26

ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بلند مقام وشان رکھنے والا دنیا میں اور کوئی انسان نہیں

(فرمودہ 7 جولائی 1944ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تعلیم دی ہے اُس کا بنیادی اصول انسانوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق ہے۔ اللہ تو اللہ ہی ہے۔ اس کے ساتھ تو کسی مخلوق کی کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ اور مقابلہ ہو سکتا ہے۔ جہاں تک بنی نوع انسان کا تعلق ہے ہمیں یہ سبق گھٹی میں پلایا گیا ہے، بار بار اِس پر زور دیا گیا ہے اور بڑے تکرار اور تواتر سے اِس کو بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ یہ سبق ہمارے رگ وریشہ اور ہمارے جسم کے ذرہ ذرہ میں داخل ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ بلند مقام رکھنے والا اور آپ سے زیادہ بلند شان رکھنے والا دنیا میں اَور کوئی انسان نہیں۔

مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ لاہور میں آریہ سماج نے ایک جلسہ کیا اور اُس جلسہ کے متعلق بار بار پہلے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی معرفت اور پھر تحریراً انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ آپ بھی ان سوالات کے متعلق

اپنا مضمون لکھ کر بھیجیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے تو انکار کیا اور فرمایا یہ لوگ سخت بدزبانی کرنے والے ہیں اِن کے وعدوں کا مجھے کوئی اعتبار نہیں۔ مگر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یقین دلایا کہ ایک ڈاکٹر جو میرا دوست بھی ہے اِس جلسہ کا سیکرٹری ہے اور اُس نے پختہ یقین دلایا ہے کہ اِس جلسہ میں کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو دوسرے مذاہب والوں کے لیے دل شکنی کا باعث ہو، نہ کسی مذہب کے بانی کے خلاف کوئی بات کہی جائے گی بلکہ صرف اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ہی بیان کی جائیں گی۔ اور پھر تحریراً بھی انہوں نے اقرار کیا کہ یہ جلسہ نہایت پُرامن ہو گا، اس میں کسی مذہب کے بانی کے خلاف کوئی بات نہیں کہی جائے گی بلکہ ہر مذہب کا نمائندہ صرف اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کرے گا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مضمون لکھا اور چونکہ مولوی عبدالکریم صاحب جو اِس قسم کے مضامین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جلسوں میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے فوت ہو چکے تھے اِس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد مبارک میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب، شیخ یعقوب علی صاحب اور حضرت خلیفہ اول سے یہ مضمون پڑھوا کر سُنا۔ شاید مرزا خدابخش صاحب سے بھی یہ مضمون سنا گیا۔ مگر اِن تینوں کے پڑھنے پر آپ کی تسلی نہ ہوئی اور آپ نے فرمایا، کسی کی آواز اونچی نہیں، کسی کی آواز بھرّائی ہوئی ہے اور کسی میں کوئی اَور نقص ہے۔ مگر بہر حال آپ نے فیصلہ فرمایا کہ حضرت خلیفہ اول یہ مضمون پڑھ دیں۔ کیونکہ آپ کا عالمانہ رنگ ہے اور مضمون کی عبارت وہاں صحیح طور پر پڑھی جائے گی۔ جب اِس مضمون کے سنائے جانے کا فیصلہ ہوا تو آریہ سماج کے اس جلسہ میں شمولیت کے لیے قادیان سے بھی اور باہر کی جماعتوں کی طرف سے بھی بہت سے لوگ چلے گئے۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ یہ جلسہ نہایت پُرامن ہو گا، کسی تقریر میں بدزبانی سے کام نہیں لیا جائے گا اور نہ دوسرے مذاہب اور اُن کے بانیوں کے خلاف اعتراضات کا دروازہ کھولا جائے گا بلکہ ہر مذہب کا نمائندہ صرف اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو ہی بیان کرے گا۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ جب ایسا ہو کہ ہر مذہب والا صرف اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں اور اس کی تعلیم کے محاسن کو ہی بیان کرنے پر اکتفا کرے،

دوسرے مذاہب پر دل آزار اور گندے حملے نہ کرے اور نہ ایسے اعتراضات کرے جو واقعات کے خلاف ہوں تو ایسی حالت میں اسلام ہی تمام مذاہب پر غالب ثابت ہو گا اور اسی کی فضیلت ثابت ہو گی۔ کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر بحث کرتا اور ہر ضرورت کے متعلق نہایت کامل اور احسن تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہ اخلاق پر بھی بحث کرتا ہے، وہ عادات پر بھی بحث کرتا ہے، وہ رسم و رواج پر بھی بحث کرتا ہے، وہ تمدن اور سیاست پر بھی بحث کرتا ہے، وہ خدا اور بندوں کے تعلقات پر بھی بحث کرتا ہے اور ان تمام معاملات میں انسانی فطرت کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ مگر باقی مذاہب وہ ہیں جو ان مسائل کو چُھوتے ہی نہیں۔ اور اگر ان مسائل کے متعلق کوئی تعلیم پیش کرتے ہیں تو وہ ایسی ہوتی ہے جس کے خلاف انسانی فطرت بغاوت کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے اس لیے یہ ایک لازمی اور منطقی نتیجہ تھا کہ ہم میں سے ہر شخص یہ یقین رکھتا کہ اِس جلسہ میں اسلام کو بڑی بھاری کامیابی ہو گی۔ اور جب اسلام کی وہ فطرتی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی جائے گی جس میں ہر درجہ اور ہر نوع کے لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی گئی ہے۔ اور اسلام کی وہ زندگی بخش تعلیم لوگوں کو پڑھ کر سنائی جائے گی جو قلوب کو ہر قسم کی ظلمات سے پاک کر کے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز کر دیتی ہے تو تمام مذاہب والوں پر بڑا بھاری اثر ہو گا اور اسلام کا کمال اور اُس کی صداقت کا اعتراف کیے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ چنانچہ ہماری جماعت کے دوست اسلام کی فتح کا ڈنکا بجاتے وہاں پہنچے اور وہ اِس یقین اور وثوق کے ساتھ گئے کہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے میں کوئی مذہب اسلام کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکے گا۔ مَیں بھی اُس وقت ساتھ تھا اور میری عمر سترہ سال کے قریب تھی۔ شہری لوگ چونکہ مذہب سے بہت کم دلچسپی رکھتے ہیں اور وہ ہر وقت مادیات کی طرف جھکے رہتے ہیں اِس لیے لاہور کے رہنے والے اس جلسہ میں کم شامل ہوئے۔ وہ ہال جس میں یہ جلسہ ہوا اُس میں چودہ پندرہ سو آدمی ہوں گے۔ اِن چودہ پندرہ سو میں سے تین چار سو باقی مذاہب کے پیرو تھے، چھ سات سَو احمدی تھے اور باقی آریہ سماجی تھے۔ گویا آریہ سماج کے اِس جلسہ کی رونق کی بنیاد ہماری جماعت کے افراد تھے۔ کیونکہ ہماری جماعت کی طرف سے چھ سات سو آدمی اس جلسہ میں

شریک ہوئے۔ اور دو تین سو مسلمان جو تقریریں سننے کے لیے آئے۔ وہ بھی در حقیقت ہماری وجہ سے ہی آئے تھے کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ اس جلسہ میں چونکہ اسلام کی طرف سے بھی مضمون پڑھا جانے والا ہے اِس لیے ضروری ہے کہ یہ مضمون سب پر غالب رہے اور باقی مذاہب اپنی تعلیموں میں اسلام کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکیں۔ غرض آریہ سماج کے اس جلسہ کی کامیابی محض ہماری وجہ سے تھی۔ اگر ہماری جماعت کا چھ سات سو آدمی اس جلسہ میں شریک نہ ہوتا اور اگر ہمارا مضمون جو اسلام کی صداقت اور اس کی تائید میں تھا، سُننے کے لیے دو تین سو مسلمان نہ آتے تو آریہ سماج کا یہ جلسہ نہایت ہی بے رونق ہوتا اور کسی کو اس کی طرف ذرا بھی توجہ پیدا نہ ہوتی۔ جلسہ شروع ہوا اور مختلف لوگوں نے اپنے اپنے مذاہب کے متعلق تقریریں کیں۔ جہاں تک اِس بات کا تعلق تھا کہ کسی مذہب کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جو اس مذہب کے پیرؤوں کے لیے دل شکنی کا باعث ہو، عیسائیوں اور سناتنیوں وغیرہ نے اِس کا لحاظ رکھا اور انہوں نے اپنے مضامین میں ایسی کوئی بات نہ کہی جو مسلمانوں کے لیے دل آزاری کا باعث ہوتی۔ آریہ سماج نے اپنا مضمون سب سے آخر میں رکھا ہوا تھا۔ درمیان میں ایک مقام پر پروگرام کے مطابق جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی مضمون پڑھ کر سنا دیا گیا۔ آخر آریہ سماج کی باری آئی اور وہی ڈاکٹر صاحب جنہوں نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو یقین دلایا تھا کہ اِس جلسہ میں کسی مذہب کے پیرؤوں کی دل شکنی نہیں کی جائے گی اور کوئی ایسی بات نہیں کہی جائے گی جو مسلمانوں یا دوسری اقوام کے لیے دل آزار ہو مضمون پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے بجائے آریہ سماج کی خوبیاں بیان کرنے کے اپنا رُخ اسلام کی طرف پھیر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ) ڈاکو اور فریبی اور اِسی طرح کے اَور نہایت ہی گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیے۔ شدید سے شدید دل شکنی جو ہو سکتی تھی اُنہوں نے کی اور شدید سے شدید دل آزاری جو وہ کر سکتے تھے اس سے انہوں نے دریغ نہ کیا۔ مجھے یاد ہے میری عمر اُس وقت سترہ سال کی تھی مگر مَیں اِس بدگوئی کو برداشت نہ کر سکا اور مَیں نے کہا مَیں تو ایک منٹ کے لیے بھی اِس جلسہ میں نہیں بیٹھ سکتا مَیں یہاں سے جاتا ہوں۔ اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی جو

پہلے ہماری جماعت میں شامل تھے مگر بعد میں پیغامی ہو گئے اور پھر پیغامیوں سے بھی علیحدہ ہو کر دوسرے مسلمانوں سے جا ملے ان کو تاریخ کا بہت ہی شوق تھا اور انہوں نے اِسی علم میں اپنی تمام عمر گزار دی اور پھر اِس میں ایسی ترقی کی کہ وہ ہندوستان کے مشہور مؤرخوں میں سے سمجھے جانے لگے اور تمام ہندوستان میں مشہور ہو گئے۔ وہ اُس وقت میرے پاس ہی بیٹھے تھے۔ جب مَیں اٹھنے لگا تو انہوں نے مجھے روک لیا۔ حضرت خلیفہ اول اُس وقت خلیفہ نہ تھے کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا واقعہ ہے۔ لیکن بہر حال اُنہیں جماعت میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ان کا ذکر کر کے اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی مجھے کہنے لگے مولوی صاحب تو یہاں بیٹھے ہیں اور آپ اُٹھ کر باہر جا رہے ہیں۔ اگر یہ غیرت کا مقام ہوتا تو کیا مولوی صاحب کو غیرت نہ آتی؟ مَیں نے کہا کچھ ہو مجھ سے تو یہاں بیٹھا نہیں جاتا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت یہ سخت کلامی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ وہ کہنے لگے آپ کو کم سے کم نظام کی تو اتباع کرنی چاہیے۔ مولوی صاحب اِس وقت ہمارے لیڈر ہیں اِس لیے جب تک وہ بیٹھے ہیں اُس وقت تک نظام کی پابندی کے لحاظ سے آپ کو اُٹھ کر باہر نہیں جانا چاہیے۔ اُن کی یہ بات اُس وقت کے لحاظ سے مجھے معقول معلوم ہوئی اور مَیں بیٹھ گیا۔ جب ہم واپس آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِس واقعہ کا علم ہوا تو مجھے یاد ہے آپ کو اِس قسم کا غصہ پیدا ہوا کہ ویسا غصہ آپؑ میں بہت ہی کم دیکھا گیا ہے۔ آپ بار بار فرماتے دوسرے مسلمان تو مُردہ ہیں اُن کو کیا علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا شان ہے؟ لیکن ہم نے تو اِس طرح اسلامی تعلیم کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اور اِس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل اور آپ کے کمالات کو روشن کیا ہے کہ اِس کے بعد یہ تسلیم ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری جماعت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا شان ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں تو ایک منٹ کے لیے بھی اُس جگہ پر بیٹھنا نہیں چاہیے تھے۔ بلکہ جس وقت اُس نے یہ الفاظ کہے تھے تمہیں اُسی وقت کھڑے ہو جانا چاہیے تھا اور اُس ہال سے باہر نکل آنا چاہیے تھا۔ اور اگر وہ تمہیں نکلنے کے لیے راستہ نہ دیتے تو پھر اُس ہال کو خون سے بھرا ہوا ہونا چاہیے تھا۔ یہ کیونکر تم نے بے غیرتی دکھائی؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموشی سے بیٹھ کر ان گالیوں کو سنتے رہے؟ حضرت خلیفہ اول اُس وقت آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جماعت کے ایک بڑے آدمی تھے مگروہ بھی سر ڈالے بیٹھے رہے۔ آپؑ بار بار فرماتے تمہاری غیرت نے یہ کیونکر برداشت کر لیا کہ تم اُس جگہ پر بیٹھے رہو جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک ہو رہی ہے۔ تب مولوی محمد احسن صاحب امروہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک ناراضگی کے موقع پر یہ الفاظ کہے تھے کہ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا[1] اِسی قسم کے الفاظ اُنہوں نے کہے اور پھر کہا حضور! ذہول ہو گیا۔ یعنی ہر آدمی سے بعض موقعوں پر غلطی ہو جاتی ہے ہم سے بھی ذہول کے ماتحت یہ غلطی ہوئی ہے، حضور درگزر فرمائیں۔ آخر بہت دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غصہ فرو ہوا اور آپ نے اِس غلطی کو معاف فرمایا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں بعض لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا اُن سے کوئی بڑا آدمی ملنے کے لیے آجائے تو اُن کی سب غیرت جاتی رہتی ہے اور وہ اُس بڑے آدمی کے آنے میں ہی اپنی عزت سمجھنے لگتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہمارے لیے یہی بہت بڑی عزت ہے کہ ہمیں فلاں قوم کا لیڈر یا فلاں جماعت کا سردار ملنے کے لیے آیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق جس قدر غیرت پائی جاتی تھی اُس کا ثبوت اِس واقعہ سے بھی ملتا ہے جب پنڈت لیکھرام آپ سے ایک دفعہ ملنے کے لیے آیا۔ مَیں تو اُس وقت چھوٹا تھا اِس لیے مجھے تو یہ واقعہ یاد نہیں لیکن جو آدمی اُس وقت موجود تھے وہ اِس واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ اور یہ واقعہ ایسا ہے جو بار بار چَھپ بھی چکا ہے کہ لاہور یا امرتسر کے سٹیشن پر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے کہ پنڈت لیکھرام آپ سے ملنے کے لیے آیا۔ ہماری جماعت اب بھی چھوٹی سی ہے مگر اُس وقت تو بہت ہی چھوٹی تھی۔ آریوں سے مقابلہ رہتا تھا اور آریہ وہ تھے جن کی تعداد اور دولت کا مقابلہ ہماری جماعت اُس وقت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ان آریوں کا لیڈر پنڈت لیکھرام اتفاقاً سٹیشن پر

آ نکلا اور جب اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو وہ آپ کی طرف آیا اور آکر سلام کیا۔ مگر آپؑ نے اُس کے سلام کا کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ رحمت اللہ صاحب جو لاہور کے مشہور تاجر تھے انہوں نے جب دیکھا کہ پنڈت لیکھرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سلام کرنے کے لیے آیا ہے تو اُنہوں نے اپنے دل میں فخر محسوس کیا کہ آریوں کا ایک لیڈر آپؑ کو سلام کرنے کے لیے آیا ہے۔ مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کا کوئی جواب نہیں دیا تو انہوں نے خیال کیا کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پنڈت لیکھرام کو دیکھا نہیں۔ پنڈت لیکھرام نے بھی یہی سمجھا کہ مجھے جو آپ کی طرف سے سلام کا جواب نہیں ملا تو اِس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے مجھے دیکھا نہیں۔ ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مَیں آپ کو سلام کرنے کے لیے آتا اور آپ سلام کا جواب تک بھی نہ دیتے۔ چنانچہ وہ دوسری طرف سے مُڑ کر آیا اور کہنے لگا مرزا صاحب! سلام۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر بھی جواب نہ دیا۔ تب وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے اُنہوں نے سمجھا کہ عزت افزائی کا یہ اتنا بڑا موقع کیوں ضائع ہو کہ آریوں کا ایک لیڈر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اُنہوں نے خیال کیا کہ اِس سے بڑی عزت اَور کیا ہو سکتی ہے کہ مخالف قوم کا ایک لیڈر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آتا ہے اور حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہے۔ چنانچہ شیخ رحمت اللہ صاحب آگے بڑھے اور اُنہوں نے کہا حضور نے ملاحظہ نہیں فرمایا، پنڈت لیکھرام صاحب حضور کو سلام کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے جوش سے فرمایا شیخ صاحب! مَیں نے دیکھ لیا ہے لیکن وہ شخص جو میرے آقا کو گالیاں دیتا ہے کیا اُسے شرم نہیں آتی کہ وہ مجھے جو اُس کا ایک ادنیٰ خادم ہوں آکر سلام کرتا ہے!!

یہ ایسے واقعات نہیں جو صرف ایک دو ہوں۔ بلکہ یہ متعدد واقعات ہیں اور بار بار ہم نے دیکھے ہیں۔ ان واقعات کو دیکھنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق بھلا ہمارے جذبات اور دوسرے لوگوں کے جذبات آپس میں مل ہی کس طرح سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اور ہم ہی وہ لوگ ہیں جو اپنے تجربہ سے اِس کو صحیح سمجھ سکتے ہیں کہ ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمّرم
گر کفر ایں بوَد بخدا سخت کافرم[2]

میری قوم کے لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تُو کافر ہے کافر ہے ؏

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمّرم

فرماتے ہیں میرا مذہب تو یہ ہے کہ مَیں خدا کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں اور آپ سے زیادہ عشق مَیں اَور کسی انسان سے نہیں رکھتا ؏

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا کفر ہوتا ہے اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق رکھنا کفر ہوتا ہے تو پھر جتنا چاہو مجھے کافر کہہ لو۔ تم جتنا کافر مجھے کہو ان معنوں میں مَیں اس سے بھی زیادہ کافر ہوں۔ مجھے یاد ہے گو اُس وقت یہ بات مجھے بُری معلوم ہوئی لیکن بعد میں مَیں نے سمجھا کہ یہ بات نیک نیتی سے ہی کہی گئی تھی اور وہ یہ کہ جب گورنمنٹ نے مذہب کے متعلق یہ قانون پاس کیا کہ کسی مذہب کے لیڈر اور اُس کے بانی کے خلاف کوئی ایسا سخت کلمہ استعمال نہ کیا جائے جو اُس مذہب کے پیروؤں کے لیے دل شکنی کا باعث ہو اور جس سے تنافر اور تباغض پیدا ہو سکتا ہو۔ اگر کوئی شخص کسی مذہب کے متعلق سخت الفاظ استعمال کرے گا یا اُس مذہب کے بانی کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کرے گا جو دل آزار ہوں یا قوم میں تفرقہ پیدا کرنے کا باعث ہوں تو اُسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ اُن دنوں مرزا سلطان احمد صاحب ایک دفعہ رخصت پر قادیان آئے۔ مرزا سلطان احمد صاحب اُس وقت تک احمدی نہیں ہوئے تھے اور گو اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت تھی مگر بیعت میں شامل نہیں تھے۔ بعد میں تو وہ اپنی عقیدت میں بہت ترقی کر گئے اور خدا تعالیٰ نے انہیں بیعت میں شامل ہونے کی توفیق بھی عطا فرما دی۔ مگر اُس وقت تک وہ احمدی

نہیں تھے اور شاید گوجرانوالہ میں ای۔ اے۔ سی تھے۔ قادیان میں چند دنوں کی چھٹی پر آئے ہوئے تھے کہ مَیں اُن سے ملنے کے لیے گیا۔ باتوں باتوں میں وہ بڑے جوش سے کہنے لگے مَیں تو کہتا ہوں بڑے مرزا صاحب فوت ہوگئے تو اچھا ہی ہوا۔ میری طبیعت پر اُن کا یہ فقرہ بہت ہی گراں گزرا۔ مگر اُن کے اگلے فقرہ نے بتادیا کہ ان کا منشاء بُرا نہ تھا بلکہ اچھا تھا۔ گو اُن کا فقرہ مجھے پھر بھی گستاخانہ ہی معلوم ہوا۔ اُنہوں نے کہا مَیں تو کہتا ہوں بڑے مرزا صاحب فوت ہوگئے تو اچھا ہی ہوا ورنہ گورنمنٹ نے جو یہ قانون بنایا ہے کہ جو شخص کسی مذہب کے پیرؤوں کی دل شکنی کرے گا، اُسے گرفتار کرلیا جائے گا۔ اگر یہ قانون ان کی زندگی میں بن جاتا اور کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک کا ارتکاب کر دیتا تو انہوں نے باز نہیں آنا تھا۔ وہ اُس کی ایسی خبر لیتے اور اِس طرح سختی کے ساتھ اُس مذہب کی بُرائیاں بیان کرتے کہ ذرا بھی قانون کی پروا نہ کرتے اور جیل خانے چلے جاتے۔ مَیں اُس وقت سمجھا کہ انہوں نے نیک معنوں میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ الفاظ استعمال کیے ہیں اور اِس طرح اُس محبت اور عشق کا اظہار کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے ساتھ تھا۔ چنانچہ انہوں نے بڑے زور سے کہا مَیں تو کہتا ہوں بڑے مرزا صاحب فوت ہوگئے تو اچھا ہی ہوا۔ ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اگر کوئی سخت کلامی سے کام لیتا تو انہوں نے باز نہیں آنا تھا اور ضرور جیل خانے چلے جانا تھا۔

یہ واقعات ہیں جو ہم نے دیکھے ہوئے ہیں۔ پس ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب اور احترام ہمارے دلوں میں کس طرح کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کتنا بڑا بلند مقام ہے اور ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے حضور جو مقامِ قُرب حاصل ہے اُس کے قریب بھی اور کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔

مَیں ایک دفعہ قصور گیا اور وہاں مَیں نے اسلام کے محاسن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل کے متعلق تقریر کی۔ مَیں نے یہ بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

اخلاقِ فاضلہ ہمارے لیے راہنمائی کا کام کر رہے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ہر قول و فعل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتدا کریں اور دیکھیں کہ آپ نے ہمارے سامنے کیا نمونہ پیش کیا ہے کیونکہ اخلاق کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں ہمارے لیے نمونہ موجود نہ ہو اور ہم اس کی راہنمائی میں صحیح راستہ پر نہ چل سکتے ہوں۔ ایک ہندو رئیس بھی میری اِس تقریر میں موجود تھا۔ جب لیکچر ختم ہو گیا تو وہ بعد میں مجھ سے ملنے کے لیے آیا اور کہنے لگا مجھے عام طور پر مذہبی امور سے دلچسپی ہے اور جہاں بھی مجھے یہ معلوم ہو کہ مذہب کے متعلق کوئی تقریر ہونے والی ہے مَیں وہاں پہنچتا ہوں۔ مگر اب تک اسلام کے متعلق مَیں نے جس قدر لیکچر سُنے ہیں اُن میں یہی ذکر ہوتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بال ایسے تھے، آپ کا رنگ ایسا تھا، آپ کی آنکھیں ایسی تھیں، آپ کا قد ایسا تھا۔ وہ شخص ہندو تھا اور ہندو ہونے کی وجہ سے اُس کا سخت الفاظ استعمال کرنا باعثِ تعجب نہ تھا بلکہ اِس موقع پر اُس نے سخت الفاظ استعمال بھی کیے۔ چنانچہ اُس نے کہا کوئی بتائے کیا ہم عشق کرنے کے لیے ایسے مواقع پر آتے ہیں؟ ہماری غرض تو یہ ہوتی ہے کہ ہم دیکھیں آپؐ نے دنیا میں آکر لوگوں کو دین کس طرح سکھایا اور اُن کے اخلاق کی کس طرح نگہداشت کی۔ مگر آج تک مجھے کہیں بھی یہ سننے کا اتفاق نہیں ہوا کہ آپؐ نے یہ یہ تعلیم پیش کی ہے جو اخلاق اور روحانیت کے لیے عطیہ ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ مَیں نے بانیٔ اسلام کے فضائل ایک جلسہ میں سُنے۔ ورنہ اب تک تو ہمیں یہی پتہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک کمبل اپنے جسم پر لپیٹ لیتے تھے، لمبی لمبی زلفیں تھیں، رنگ سفید تھا اور شکل ایسی تھی، اِس سے زیادہ ہمیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ اسلام کے بانی کی کیا شکل ہے۔ آج پہلی دفعہ میں نے آپ کی تقریر میں یہ باتیں سُنی ہیں جس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسلام کے بانی کی کیا تعلیم تھی اور انہوں نے اپنے نمونہ سے لوگوں کے سامنے کیا کیا باتیں پیش کی ہیں۔ مَیں نے معذرت کی کہ مسلمانوں میں واقع میں یہ کوتاہی پائی جاتی ہے اور ان میں یہ کمزوری ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلیٰ اخلاق اور آپ کے بے مثال کارناموں کو پیش کرنے کی بجائے وہ یہی باتیں بیان کرتے رہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شکل

ایسی تھی اور آپ کا رنگ ایسا تھا لیکن باوجود اِس کے ہمیں اصل چیز کو دیکھنا چاہیے۔ یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ لوگ اپنی غلط فہمیوں کے نتیجہ میں اس شکل کو بگاڑ کر کس رنگ میں پیش کر رہے ہیں۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور آپ کا عشق ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ مگر باوجود اِس کے جب مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض مسلمان اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے بلکہ تعصب اور دشمنی میں حد سے نکل جانے کی وجہ سے ہماری باتوں کو توڑ مروڑ کر اور اُنہیں اصل معنوں سے پِھرا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو مجھے حیرت آتی ہے کہ ان کے ایمانوں کو کیا ہو گیا ہے۔

ابھی چند دن ہوئے ایک موقع پر مَیں نے بعض باتیں کیں جن کا مفہوم یہ تھا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور جو درجہ اور مقام حاصل کیا ہے وہ اپنے زورِ عمل سے حاصل کیا ہے۔ ہم یہ خیال نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ نے زبردستی آپؐ کو اس مقام پر کھڑا کر دیا اور پھر باقی لوگوں اور آپؐ کے درمیان وہ خود کھڑا ہو گیا۔ تا کہ کوئی شخص اُس مقام تک نہ پہنچ سکے جس مقام پر اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچایا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ عقیدہ بالکل غلط اور خلافِ قرآن ہے۔ اگر ایسا سمجھا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے بِلا اِستحقاق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا اور باقی دنیا کو اُس نے خود ہی اُس مقام تک پہنچنے سے روک دیا تو اِس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کوئی کمال نہیں ہو گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کمال اِسی میں ہے کہ اس روحانی میدان میں دنیا کی تمام ارواح کو دوڑانے کے لیے کہا جائے اور کسی ایک شخص کو بھی آگے بڑھنے اور ترقی کرنے سے نہ روکا جائے۔ مگر پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے آگے نکل جائیں اور دنیا کو دکھا دیں کہ باوجود اِس کے کہ خدا نے ہر ایک کے لیے میدان کُھلا رکھا تھا، خدا نے ہر ایک کے لیے دروازہ کُھلا رکھا تھا، خدا نے ہر ایک کے اندر ترقی کا مادہ پیدا کیا تھا۔ پھر بھی اِس دَوڑ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگے نکل گئے اور ساری دنیا پیچھے رہ گئی۔ میرا یہ خطبہ جب شائع ہوا تو "پیغامِ صلح" لاہور نے جو ہماری دشمنی میں یزید سے بھی دو قدم آگے رہتا ہے،

کنٹربیونٹ3 کرکے اس خطبہ کے کچھ اقتباس شائع کیے اور لوگوں کو اشتعال دلایا۔ جس پر "احسان"، "زمیندار"، "شہباز" اور "پیام دہلی" وغیرہ نے یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک کی گئی ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اِس دَوڑ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ سکتے تھے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ یہی بات اگر ان کے باپ کے متعلق کہی جائے، اگر ان کے بیٹے کے متعلق کہی جائے، اگر ان کے بھائیوں کے متعلق کہی جائے تو وہ سر پھوڑنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ مگر جب یہی بات وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کہتے ہیں تو انہیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر کسی کا لڑکا یا کسی کا بھائی یا کسی کا باپ یا کسی کا کوئی اَور رشتہ دار کہیں اعلیٰ درجہ کی ملازمت حاصل کرلے اور اُس کے متعلق یہ کہا جائے کہ اُسے سرکار نے خود ہی اونچے درجے پر پہنچا دیا ہے اُس نے اپنے زورِ بازو سے یہ درجہ حاصل نہیں کیا تو اُس کے رشتہ دار یہ بات کہنے والے سے لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اور کہیں گے، اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھا تو نالائق، تھا تو نااہل مگر گورنمنٹ نے رعایت کرکے ایک نالائق اور نااہل شخص کو یہ مقام دے دیا اور باقی لوگوں کو اس کے حصول سے محروم کر دیا۔ غرض کسی کے متعلق بھی یہ فقرہ کہہ دیا جائے اُس کے عزیز اور رشتہ دار اِس فقرہ کو برداشت نہیں کرسکیں گے اور اسے سب ہتک قرار دیں گے۔ مگر ہماری دشمنی کی وجہ سے یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اِس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور انہیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ اِن الفاظ کے پردہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی خطرناک ہتک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خود بخود ایک خاص مقام دے دیا اور لوگوں کو اس مقام تک پہنچنے سے جبراً روک دیا تو اِس کے معنے یہ ہوں گے کہ دنیا میں کئی لوگ ایسے تھے جو رسول کریم سے اِس روحانی دَوڑ میں بڑھ سکتے تھے مگر چونکہ خدا نے اُن کو جبراً روک دیا اور وہ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کے درمیان حائل ہو گیا اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کا خاص قُرب حاصل کر گئے ورنہ اَور لوگ بھی ایسے ہوسکتے تھے جن کو اگر موقع دیا جاتا تو وہ اس مقام کو حاصل کرلیتے۔ میرے نزدیک

اِس سے بڑھ کر اَور کوئی گالی نہیں ہو سکتی۔ یہ خدا کے لیے بھی گالی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی گالی ہے۔ خدا کے لیے اس طرح گالی ہے کہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ پر ناجائز طرفداری کا الزام عائد ہوتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ جو لوگ آگے بڑھنے کے مستحق تھے اُن کو تو خدا نے بڑھنے نہ دیا اور جو شخص اس مقام کا مستحق نہیں تھا، اُسے آگے بڑھا دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس میں اِس طرح ہتک ہے کہ اِس کے نتیجہ میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مقام بلند حاصل کیا وہ آپ نے اپنی قابلیت سے حاصل نہیں کیا۔ اگر قابلیت کا سوال ہوتا تو اَور کئی لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکتے تھے۔

پس تعجب ہے کہ وہ بات جس کا سُننا کوئی ماں اپنے بیٹے کے متعلق برداشت نہیں کر سکتی، کوئی بیٹا اپنے باپ کے متعلق برداشت نہیں کر سکتا، کوئی بھائی اپنے بھائی کے متعلق برداشت نہیں کر سکتا وہ محض ہماری مخالفت کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہی جاتی ہے اور ہمارے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نَعُوْذُ بِاللّٰہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھنے سے نہیں روکا۔ اگر کسی شخص میں ہمت ہے تو بڑھ جائے۔ مگر وہ بڑھے گا نہیں کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قربانی کی ہے کوئی وہ قربانی دینے کا اہل نہیں ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ بڑھ سکنا اَور چیز ہے اور بڑھنا اَور چیز۔ بڑھ سکنے کے یہ معنی ہیں کہ ہر شخص کے لیے آگے بڑھنے کا موقع تھا اور یہ راستہ اُس کے لیے بند نہیں تھا بلکہ کُھلا تھا۔ لیکن جب کوئی شخص آپ سے بڑھا نہیں تو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عشق کا نمونہ دکھایا ویسا نمونہ اور کوئی نہیں دکھا سکا۔ عام آدمی تو الگ رہے وہ نمونہ ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی نہیں دکھا سکے۔ اب اِس عقیدہ میں رسول کریم کی ہتک کونسی ہوگئی۔ یہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے کہ خدا نے سب لوگوں کے لیے دروازہ کھول دیا اور کہا کہ آؤ! اور اِس دروازے میں داخل ہونے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اِس پر سب

لوگ دَوڑے مگر چونکہ ان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عشق نہ تھا وہ اس زور سے نہ دوڑ سکے جس زور سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ پس اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں بلکہ عزت ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کالج میں جب طالب علم جاتے ہیں تو ہر ایک کے لیے موقع ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے آگے نکل جائے۔ مگر جب نتیجہ نکلتا ہے تو ایک آگے بڑھ جاتا ہے اور باقی پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اب اس کے آگے نکل آنے پر دوسرے لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے خاص رعایت کی گئی ہے۔ کیونکہ رعایت کا تب سوال پیدا ہوتا ہے جب اُن کے لیے محنت کا دروازہ بند کیا گیا ہوتا اور کہا جاتا کہ ہم نے اِسی لڑکے کو آگے بڑھانا ہے، دوسروں کو آگے نہیں بڑھانا۔ مگر جب ہر ایک کے لیے دروازہ کھلا تھا کہ وہ دوسروں سے آگے نکل جاتا تو ایک لڑکے کا محنت اور کوشش کرکے دوسروں سے آگے نکل جانا اُس کی قابلیت کا ثبوت ہوگا۔ لیکن اگر یونیورسٹی کسی کو خاص طور پر آگے کر دے اور دوسروں کو جبراً پیچھے رکھے تو ہر شخص کہے گا یہ دھوکا بازی ہے، یہ جانبداری اور طرفداری ہے۔ دوسروں کا رستہ روک کر ایک کو آگے کر دینا ہرگز اُس کی قابلیت اور کمال کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اگر ہر ایک کے لیے راستہ کُھلا ہو، ہر ایک کو یہ آزادی حاصل ہو کہ وہ اپنی محنت کے مطابق جو مقام حاصل کرنا چاہے کرلے تو اِس کے بعد اگر ایک شخص محنت کرے، کوشش کرے، عرق ریزی سے کام لے، دماغی قوتوں کا صحیح استعمال کرے اور پھر دوسروں سے آگے بڑھ کر دکھا دے تو بے شک اس میں اُس کی بہت بڑی عزت ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق بھی یہی دو باتیں تسلیم کرنی پڑیں گی۔ یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قابلیت اور اپنے زور سے تمام بنی نوع انسان کو شکست دے کر اور اُن کو اِس میدان میں پیچھے چھوڑ کر باوجود اِس کے کہ اُن کے لیے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ترقی کے راستے کُھلے تھے اللہ تعالیٰ کے قرب میں بڑھ گئے۔ وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھے اپنی قربانیوں کی وجہ سے، وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھے اپنی وفاداریوں کی وجہ سے، وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھے اپنی دینداری کی وجہ سے، وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھے اپنے تقویٰ اور اپنے اخلاص اور اپنی

محبت کی وجہ سے۔ اور اِس طرح اُنہوں نے وہ مقام حاصل کر لیا جس کو دوسرے لوگ حاصل نہ کر سکے۔ پس ایک تو یہ توجیہہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کی جا سکتی ہے اور ایک توجیہہ یہ ہے کہ بہتیرے آدمی ایسے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکتے تھے۔ آپ کا آگے نکل جانا آپ کے کامل نبی ہونے کی نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کوئی دلیل نہیں کیونکہ خدا رستہ میں حائل ہو گیا تھا اور اُس نے درمیان میں کھڑے ہو کر باقی سب لوگوں کو وہاں تک پہنچنے سے محروم کر دیا۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ قابلیتیں دیں جو دوسروں کو نہیں دیں اِس لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور دوسرے لوگ پیچھے رہ گئے۔

ہم وہ ہیں جو اِس بات کے قائل ہیں کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اِس دَوڑ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اَور لوگ اس لیے نہیں بڑھے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو وہ طاقتیں نہیں دی تھیں جو خاص طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے عملی طور پر دکھا دیا کہ سب لوگ دَوڑے مگر کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تیز دَوڑ نہ سکا اور اِس وجہ سے جو مقام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حاصل کیا وہ کوئی دوسرا شخص حاصل نہ کر سکا۔ مگر یہ لوگ اِس بات کے قائل ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اَور لوگ بھی بڑھ سکتے تھے۔ مگر خدا نے اُن کو جبراً آگے بڑھنے سے روک دیا۔ وہ خود اُن کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے درمیان حائل ہو گیا اور اِس طرح اُن کو ترقی کے حصول سے جبری طور پر محروم کر دیا۔ ہر وہ شخص جس کے اندر تخمِ دیانت پایا جاتا ہے اِن دونوں امور پر غور کر کے بتائے آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ پہلو زیادہ مناسب اور آپ کی عزت کو بڑھانے والا ہے کہ خدا نے زبردستی آپ کو آسمان پر بٹھا دیا اور دوسروں کو زمین پر گرا دیا یا یہ پہلو آپ کی شان اور عظمت کو بڑھانے والا ہے کہ خدا نے ہر ایک کے لیے ترقی کا راستہ کُھلا رکھا تھا، ہر ایک کے لیے موقع تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آگے بڑھ سکتا مگر کوئی شخص ایسا نہ نکلا جو اپنی قربانی اور اپنی محبت اور اپنے ایثار اور اپنے خلوص اور اپنے تعلق باللہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

آگے بڑھ جاتا۔ یہ ایسی بات ہے جسے ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے مگر ہماری دشمنی کی وجہ سے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کمی کی وجہ سے یا سچائی سے بیزاری کی عادت رکھنے کی وجہ سے جو بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کو بڑھانے والی ہے اُس کو ماننے سے تو وہ انکار کرتے ہیں اور جو باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی عظمت کو کم کرنے والی ہیں اُن کو وہ تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں میں مولود کی رسم ہے۔ مولود میں سوائے اِس کے کچھ نہیں ہوتا کہ ایک مولوی اُٹھ کر وعظ کرنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بال ایسے تھے۔ کوئی اُن سے پوچھے کیا خدا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لمبے اور ملائم بالوں کی وجہ سے رسول بنا کر بھیجا تھا؟ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ ایسا تھا؟ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سفید رنگ کی وجہ سے نبی بنا کر بھیجا تھا؟ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قد ایسا تھا؟ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اچھے قد کی وجہ سے نبی بنا کر بھیجا تھا؟ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ایسی تھیں؟ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے اعلیٰ درجہ کی آنکھوں کی وجہ سے نبی بنا کر بھیجا تھا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو یہ مقام اُس قربانی اور ایثار کی وجہ سے ملا تھا جس کا آپؐ نے اپنے عمل سے ثبوت دیا۔ اُس محبت کی وجہ سے ملا تھا جو آپؐ کے دل میں پائی جاتی تھی۔ آپؐ نے ایک طرف خدا تعالیٰ سے ایسی محبت کی جس کی مثال دنیا کا کوئی اَور شخص پیش نہ کر سکا اور دوسری طرف بنی نوع انسان سے ایسی محبت کی جس کا نمونہ کوئی اَور شخص نہ دکھا سکا۔ آپؐ کو یہ مقام اُس عشق کی وجہ سے حاصل ہوا جو آپ کے رگ و ریشہ میں پایا جاتا تھا، اُس عبادت کی وجہ سے حاصل ہوا جس پر آپ کو دوام حاصل تھا، اُن اعلیٰ صفات کی وجہ سے حاصل ہوا جو آپؐ سے ظاہر ہوتی تھیں، اُن جذبات کی وجہ سے حاصل ہوا جو آپؐ میں پائے جاتے تھے اور جن کے نتیجہ میں آپؐ رات اور دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہر قربانی کرنے پر تیار رہتے تھے۔ مگر جن چیزوں کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمدؐ کہلائے مسلمان اُن کا تو ذکر نہیں کرتے اور یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ آپؐ نے ایک کمبل لپیٹا ہوا ہوتا تھا، آپؐ کے گیسو ایسے تھے اور آپؐ کا رنگ ایسا تھا۔

یہ تو صریح ہتک ہے جو مسلمانوں کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، کی جاتی ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کسی شخص سے پوچھا جائے کہ ہٹلر کی لوگ کیوں تعریف کرتے ہیں؟ تو وہ کہے اِس لیے کہ اُس کا قد پانچ فٹ کا ہے، وہ فلاں کوٹھی میں رہتا ہے اور اُس کی زبان ایسی ہے۔ اِس کے صاف معنے یہ ہوں گے کہ یا تو یہ تعریف کرنے والا پاگل ہے اور یا اُسے اندرونی طور پر دوسرے شخص سے کوئی شدید دشمنی ہے جس کا وہ اِس رنگ میں اظہار کر رہا ہے۔ اِسی طرح مسلمان وہ باتیں تو بیان نہیں کرتے جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی شان ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ آپؐ کے گیسو ایسے تھے اور آپؐ کا رنگ ایسا تھا۔ حالانکہ لمبے گیسوؤں والے دنیا میں ہزاروں مل سکتے ہیں، سفید رنگ والے دنیا میں ہزاروں مل سکتے ہیں، اچھے قد والے دنیا میں ہزاروں مل سکتے ہیں، خوبصورت آنکھوں والے دنیا میں ہزاروں مل سکتے ہیں۔ اور یہ خوبیاں ہرگز ایسی نہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے ممتاز ہوں۔ جس چیز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں اور جس چیز میں دنیا کا کوئی شخص آپؐ کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا وہ محبت اور وہ عشق ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تھا۔ تم ایسا کوئی شخص دنیا میں تلاش نہیں کر سکتے جس نے خدا سے وہ محبت کی ہو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، جس نے اُس عشق کا اظہار کیا ہو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا۔ تم لمبے گیسوؤں والے ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی دنیا میں دکھا سکتے ہو لیکن آدم سے لے کر قیامت تک تم ایک شخص بھی ایسا پیش نہیں کر سکتے جس نے پاکیزگی اور طہارت کا وہ نمونہ دکھایا ہو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسالت کے اِس بلند ترین مقام پر پہنچانے والی آپؐ کی وہ صداقت تھی جس کا آپؐ نے نمونہ دکھایا اور جس کی مثال آدمؑ سے لے کر قیامت تک دنیا کے کسی شخص میں نہیں مل سکتی۔ اس مقام پر پہنچانے والی آپؐ کی وہ امانت تھی جس کا آپؐ نے نمونہ دکھایا اور جس کی مثال آدم سے لے کر قیامت تک دنیا کے کسی شخص میں نہیں مل سکتی۔ اِس مقام پر پہنچانے والا آپؐ کا وہ انصاف تھا جس کا آپ نے نمونہ دکھایا اور جس کی مثال آدم سے لے کر قیامت تک دنیا کے کسی شخص میں نہیں مل سکتی۔

اِس مقام پر پہنچانے والا آپؐ کا وہ ایثار تھا جو بنی نوع انسان کے لیے آپؐ سے ظاہر ہوا اور جس کی مثال آدم سے لے کر قیامت تک اَور کسی شخص میں نہیں مل سکتی۔ اِس مقام پر پہنچانے والا آپؐ کا دین کے لیے اپنے آپ کو اِس طرح وقف کر دینا تھا کہ آدمؑ سے لے کر قیامت تک ایسا کوئی شخص پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے دین کے لیے اپنے آپ کو رات اور دن اس طرح وقف کر دیا ہو۔ یہ اور اِسی قسم کی ہزاروں نہیں لاکھوں خوبیاں ایسی ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل منفرد ہیں اور کوئی شخص ان خوبیوں اور کمالات میں آپؐ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مگر مسلمان اِن خوبیوں کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور بیان یہ کرنے لگ جاتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زلفیں ایسی تھیں اور آپ کا رنگ ایسا تھا اور آپ کا قد ایسا تھا۔ اور آپؐ کی خوبیوں کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنا عُہدہ عشقِ الٰہی اور خدمتِ خلق کے کمال سے حاصل نہیں کیا بلکہ یونہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اِس مقام پر کھڑا کر دیا تھا۔ اِن باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب دشمن کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ باتیں بیان کی جاتی ہیں تو وہ ہنستا ہے اور بجائے اِس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں اور آپؐ کے کمالات اور فضائل کا اُس پر اثر ہو، وہ تعجب کرتا ہے کہ کہنے والے کی عقل کو کیا ہو گیا کہ وہ آپؐ کی ذاتی خوبیاں تو پیش نہیں کرتا بلکہ یہ کہہ کر کہ خدا تعالیٰ نے یونہی آپؐ کو اعلیٰ مقام دے دیا تھا آپؐ کی ذاتی خوبیوں کا انکار کرتا ہے اور وہ خوبیاں پیش کر رہا ہے جن میں آپؐ کا کوئی دخل نہیں۔ یہ خوبیاں کہ آپ کا رنگ ایسا تھا اور آپ کا قد ایسا تھا اور آپؐ کی زلفیں ایسی تھیں ایسی ہی ہیں جیسے تاج محل کے متعلق کہا جائے کہ وہ بڑا خوبصورت ہے۔ بیشک تاج محل بہت خوبصورت ہے مگر کیا تاج محل اپنے اِس حُسن پر فخر کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ اس خوبی کے بدلہ میں مجھے بھی جنت میں کوئی اعلیٰ مقام ملنا چاہیے؟ آخر تاج محل کیوں اپنے حُسن پر فخر نہیں کر سکتا اور کیوں یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ اُسے بھی اس خوبی کی وجہ سے جنت میں جگہ ملنی چاہیے؟ اِسی لیے کہ تاج محل کی خوبیاں اُس کی ذاتی نہیں بلکہ کسی معمار کی مرہونِ منت ہیں۔ ایک معمار نے جس رنگ میں چاہا اِسے بنا دیا۔ معمار نے اُسے تاج محل بنا دیا تو وہ تاج محل بن گیا۔ اگر وہ اسے معمولی مکان بنا دیتا تو وہ ویسا ہی بن جاتا۔ اِسی طرح

دنیا کے خوبصورت پہاڑی مقامات مثلاً کشمیر یا ڈلہوزی یا کھیار**4** وغیرہ کیا جنت میں کسی اعلیٰ درجہ کے مقام کے مستحق ہوسکتے ہیں؟ اور کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ہمارے اندر بھی خوبیاں پائی جاتی ہیں اِس لیے ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی جنت میں جگہ ملنی چاہیے؟ آخر کیوں وہ یہ مطالبہ نہیں کرسکتے؟ اِسی لیے کہ اُن کی بناوٹ اور اُن کی پختگی میں اُن کا کوئی ذاتی دخل نہیں۔ اِسی طرح اگر خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زور سے ایک بلند ترین مقام پر پہنچادیا تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نَعُوْذُ بِاللّٰہِ عزت کے مستحق نہیں کیونکہ اُن کا اِس مقام کو حاصل کرنا اُن کی کسی ذاتی خوبی کا نتیجہ نہیں خدا نے زبردستی دوسروں کا راستہ روک کر اُن کو اس مقام پر پہنچا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کے مقام کا احترام صرف اِسی صورت میں ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ ہر شخص کے لیے خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھنے کا موقع تھا۔ ہر شخص کا اختیار تھا کہ وہ آگے بڑھتا اور اپنے عشق اور اپنی محبت کے زور سے اس مقام کو حاصل کرلیتا۔ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کے اندر قابلیتیں رکھی تھیں، ہر شخص کے اندر اُس نے طاقتیں رکھی تھیں، ہر شخص کے اندر اُس نے یہ ملکہ رکھا تھا کہ وہ نوع انسان کی خدمت یا عبادت یا محبتِ الٰہی میں ترقی کرکے اللہ تعالیٰ کے قرب کا بلند سے بلند مقام حاصل کرلے۔ مگر باوجود اِس کے کہ سب کو مشابہ طاقتیں دی گئی تھیں، سب کو مشابہ قابلیتیں دی گئی تھیں، سب کو آگے بڑھنے کے مشابہ مواقع حاصل تھے، سب کے لیے خدا تعالیٰ کے قرب کے راستے کھلے تھے پھر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور سب سے آگے بڑھ گئے۔ جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ کے قرب میں بڑھنے کے لیے موقع حاصل تھا ویسا ہی موقع آدمؑ کو حاصل تھا، ویسا ہی نوحؑ کو حاصل تھا، ویسا ہی ابراہیمؑ کو حاصل تھا، ویسا ہی موسیٰؑ کو حاصل تھا، ویسا ہی عیسیٰؑ کو حاصل تھا اور انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں اللہ تعالیٰ کے قرب کے کمالات کو طے بھی کیا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال یہ ہے کہ آپؐ نے اُن سب سے بڑھ کر اپنے عشق و محبت کا ثبوت دیا اور اِس طرح دنیا کے تمام لوگوں سے آگے بڑھ کر دکھا دیا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر کہیں بڑے بڑے پہلوان جمع ہوں اور اُن میں سے ایک پہلوان سب پر غالب آجائے تو وہ

بہت زیادہ عزت اور بہت زیادہ انعام کا مستحق سمجھا جائے گا۔ بھلا اِس میں کسی کی کیا عزت ہے کہ بہت سے پہلوان جمع ہوں تو ایک شخص کو بِلاوجہ آگے کر دیا جائے اور دوسروں کو پیچھے ہٹا دیا جائے۔ یہ بات اُسے معزز ثابت کرنے والی نہیں ہو گی۔ بلکہ اُسے دوسروں کے مقابلہ میں نااہل قرار دینے والی ہو گی۔

ہمیں تو جس چیز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نظر آتی ہے ہم اسی کو پیش کرتے ہیں۔ مگر اِن مسلمانوں کے دلوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اِتنی نکل چکی ہے، ان کا تعلق آپؐ سے اتنا کٹ چکا ہے اور ہمارا بُغض ان کے دلوں میں اِس قدر بڑھ چکا ہے کہ ہم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا کہیں تو وہ چھوٹا کہہ دیتے ہیں، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا رسیدہ قرار دیں تو وہ آپؐ کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا سے دور قرار دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا یہ کیسا ایمان ہے اور کس طرح یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پایا جاتا ہے۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ اِس بنیاد پر اور اپنی اس حالت کے ہوتے ہوئے ہم سے یہ بحث کی جاتی ہے کہ انہیں کافر کیوں کہا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں ہماری دشمنی اِتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دشمنوں کی نگاہ میں ذلیل کرنے کے لیے تیار ہیں محض اِس وجہ سے کہ اُن کی باتوں سے لوگوں میں ہمارے خلاف اشتعال پیدا ہو جائے اُن کے ایمان کا خیال بھی کسی کو کس طرح آ سکتا ہے۔ ہمارے خلاف اگر وہ لوگوں کو بھڑکانا چاہتے ہیں تو بیشک بھڑکائیں ہمیں ان کی مخالفت کی کوئی پروا نہیں۔ اگر وہ ہمارے خلاف لوگوں کو اشتعال دلانا چاہتے ہیں تو بیشک دلائیں۔ پہلے کب لوگوں نے ہمارے خلاف اشتعال کا اظہار نہیں کیا اور پہلے کب انہوں نے ہماری مخالفت میں اپنی انتہائی کوشش صَرف نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ ؎

در کوئے تو اگر سرِ عُشّاق را زَنَند
اوّل کسے کہ لافِ تعشّق زَنَد مَنَم 5

اگر تیرے کوچہ میں یہ حکم ہو کہ جو شخص تیری محبت کا دعویٰ کرے گا اُس کا سر

قلم کر دیا جائے گا تو پہلا شخص جو تیرے کُوچہ میں اپنے عشق و محبت کا اظہار کرے گا وہ مَیں ہوں گا۔

پس "پیغامِ جنگ" یا "پیام دہلی" یا "شہباز" یا "زمیندار" یا "احسان" کی مخالفت کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔ ہمارے خلاف اِس سے پہلے بڑے بڑے فتوے شائع کیے گئے اور ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ان فتووں کی تشہیر کی گئی اور کوشش کی گئی کہ جماعت احمدیہ کو مٹا دیا جائے۔ مگر کیا ہم ان کے فتووں سے ڈر گئے؟ یا ان کی مخالفتیں ہمارا کچھ بگاڑ سکیں؟ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند کرنے اور آپ کی عزت کو قائم کرنے کے لیے دنیا میں کھڑے ہوئے ہیں اور ہم نے یہ کام سخت سے سخت مشکلات اور شدید سے شدید مخالفت میں بھی کیا ہے۔ دشمن نے ہمیں کہا کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک کا ارتکاب کرتے ہو۔ مگر یہ نہیں ہوا کہ اِس مخالفت کے ڈر سے ہم نے اُن عقائد کو اختیار کر لیا ہو جو اِن ظالم دشمنوں اور دین سے بیزار لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں اور جن سے آپ کی ہتک ہوتی ہے۔ بلکہ ہم اُنہی عقائد پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بڑھانے کا موجب ہیں۔ اگر گورنمنٹ اِس جُرم پر ہم سب کو گرفتار کر لے اور ہمارے سروں پر آرے رکھ کر جسموں کو چِیر ڈالے تب بھی ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دنیا کی ہر چیز پر مقدم رکھیں گے اور ہم یہی کہیں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب کے میدان میں اپنے زور سے بڑھے ہیں۔ یہ نہیں ہوا کہ خدا نے ان کو زبردستی آگے کر دیا ہو اور باقی لوگوں کا رستہ روک لیا ہو۔ پس یہ جہالت ہے کہ "زمیندار" کے ایک مضمون سے یا "پیغام جنگ" یا "پیام دہلی" اور "شہباز" یا "احسان" کے لکھنے سے ہم ڈر جائیں اور اپنے ان عقائد کو ترک کر دیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند کرنے کا موجب ہیں۔ ہم تو خدا کے فضل سے توپوں کے منہ کے سامنے کھڑے ہو کر بھی یہی کہنے کے لیے تیار ہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اور ہم آپؐ کی عزت دنیا میں قائم کر کے رہیں گے۔ دنیا آج نہیں تو کل مجبور ہو گی کہ وہ

ہمارے اِن عقائد کو تسلیم کرے اور اِنہی کو صحیح اور درست سمجھے۔

کیا ہمیں یہ نظارے نظر نہیں آتے کہ چالیس سال پہلے جن مسائل کی وجہ سے ہم پر کفر کے فتوے لگائے جاتے تھے، آج اُنہی مسائل کو مسلمان اپنے اعتقادات قرار دے رہے ہیں؟ کہا جاتا تھا کہ قرآن کریم کی کئی آیتیں منسوخ ہیں مگر آج ہر تعلیم یافتہ مسلمان قرآن کریم میں نسخ کے عقیدہ کو باطل عقیدہ قرار دیتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ بلکہ سارے کا سارا قرآن بنی نوع انسان کے لیے واجب العمل ہے۔ اِسی طرح آج سے چالیس سال پہلے محض اِس بناء پر کہ ہم وفات مسیحؑ کے قائل ہیں، ہم پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ مگر آج ہر تعلیم یافتہ انسان سمجھتا ہے کہ عیسٰی مر گیا۔ حالانکہ یہ وہ مسئلہ تھا جس کو ماننے پر ہمیں گالیاں دی جاتی تھیں، ہمیں پتھراؤ کیا جاتا تھا، ہمیں کافر اور دجّال کہا جاتا تھا۔ مگر ہم اُس وقت بھی یہی کہا کرتے تھے کہ عیسٰیؑ اگر مرتا ہے تو بے شک مرے، ہمیں تو اسلام کی زندگی کی ضرورت ہے۔ اگر اسلام کی زندگی عیسٰیؑ کی وفات میں ہے تو عیسٰی خواہ سَو دفعہ مرے ہمیں اِس کی کوئی پروا نہیں کیونکہ ہم صرف اسلام کے احیاء کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ غرض بیسیوں عقائد اور بیسیوں مسائل ہیں جن میں احمدیت کو فتح حاصل ہوئی۔ اِسی طرح ہم پر کفر کا فتوٰی لگانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہمارے متعلق کہا جاتا تھا یہ لوگ ہندوؤں میں سے بُت پوجنے والے کو نبی کہتے ہیں یعنی اُن لوگوں کو جن کو ہندو اوتار کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا نبی مانتے ہیں۔ مگر آج دیکھ لو مسلمانوں کا اکثر تعلیم یافتہ طبقہ اِس مسئلہ کو اپنی تقریروں اور تحریروں میں بیان کر رہا ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے نبی تھے۔ چنانچہ لاہور، دہلی اور حیدر آباد سے مسلمانوں کی یہ آوازیں اُٹھنی شروع ہو گئی ہیں کہ حضرت کرشنؑ بھی خدا تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت رامچندر بھی خدا تعالیٰ کے نبی تھے۔ حالانکہ اِنہی باتوں کی وجہ سے پہلے ہم پر کفر کے فتوے لگائے جاتے تھے۔ تو ہمارا تجربہ بتا رہا ہے کہ جو بات ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہے، چالیس پچاس سال کے بعد وہی بات مسلمان کہنے لگ جاتے ہیں۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ جب مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو گی، جب اُن میں سچا اخلاص پیدا ہو گا، جب اُن کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا ہو گی تو وہ اِس بات کو نہیں سمجھ

سکیں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت آیا اِس بات میں ہے کہ آپ نے ساری دنیا کا مقابلہ کیا اور پھر تمام لوگوں کو شکست دے کر اور اُن کو اپنے پیچھے چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے خاص قرب کا مقام حاصل کر لیا یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت اِس بات میں ہے کہ خدا نے ان کو زبردستی لوگوں کے آگے کر دیا اور خود روک بن کر لوگوں میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حائل ہو گیا اور اُس نے آگے بڑھنے سے اَوروں کو جبراً روک دیا تا وہ کہیں اس مقام تک نہ پہنچ جائیں جس مقام پر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا چاہتا تھا۔ مَیں یقیناً سمجھتا ہوں جب ہماری مخالفت کم ہو گی، جب مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو گی تو وہ تسلیم کر لیں گے کہ یہی عقیدہ درست ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں سب لوگ دوڑے اور ہر ایک نے چاہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرے۔ مگر اِس میدان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام انسانوں کو شکست دے دی اور خود وہ مقام حاصل کر لیا جو تمام مقامات سے ارفع و اعلیٰ ہے اور جہاں نہ کوئی پہلے پہنچا اور نہ قیامت تک کوئی شخص پہنچ سکتا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جس سے نہ خدا پر کوئی اعتراض عائد ہوتا ہے، نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں کوئی نقص ثابت ہوتا ہے۔

غرض بِلاوجہ ہم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا الزام عائد کیا جاتا ہے اور ہمیں آپ کے مقام کو گرانے والا قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم ہی ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت کرنے والے اور آپ کے نام کو بلند کرنے والے ہیں۔ ان باتوں سے جہاں ہمیں تعجب پیدا ہوتا ہے کہ ہماری دشمنی لوگوں کے دلوں میں کس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ اِس دشمنی کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت کو کم کرنے اور آپ کے درجہ کو گرانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، وہاں ہم اِس مخالفت سے ذرا بھی نہیں گھبراتے اور ہمارے لیے گھبراہٹ کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ کیونکہ ہمارا تجربہ بتا رہا ہے کہ جو بات ہماری طرف سے پیش کی جاتی ہے وہی چالیس پچاس سال کے بعد مسلمان کہنے لگ جاتے ہیں۔ مَیں نے غیر مذاہب کے متعلق جلسے منعقد کرنے کی تحریک کی تو پہلے اس کی بڑی مخالفت ہوئی مگر اب

ہر جگہ یہ جلسے ہوتے ہیں اور تقریروں میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں امن قائم کرنے اور باہمی بُغض و کینہ کو دور کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اِسی طرح اِس مسئلہ کے متعلق بھی ہمارے لیے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہی لوگ یا اِن کی اولادیں اِسی مضمون کو بیان کرنے لگ جائیں گی اور وہ کہیں گی احمدیوں کو کیا پتہ ہے، یہی ہمارے باپ دادا کا عقیدہ ہوا کرتا تھا"۔ (الفضل 16/جولائی 1944ء)

---

1 : مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 513 حدیث نمبر 15437 مطبوعہ بیروت لبنان 1944ء میں حضرت عمرؓ کے حوالہ سے " رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ رَسُوْلًا " کے الفاظ ہیں۔

2 : ازالہ اوہام، جلد اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 185

3 : کنٹربیونت: کانٹ چھانٹ

4 : کھجیار: (KHAJJIAR) ہماچل پردیس (انڈیا) کا ایک خوبصورت مقام جسے مِنی سوئٹزرلینڈ بھی کہا جاتا ہے

5 : درثمین فارسی صفحہ 143۔ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ